HABIBIA ISLAMICUS (The International Journal of Arabic &Islamic Research) (Bi-Annual) Trilingual (Arabic, English, Urdu)
ISSN:2664-4916 (P) 2664-4924 (E)
Home Page: http://habibiaislamicus.com
Approved by HEC in Y Category
Indexing: IRI (AIOU), Australian Islamic Library, ARI, ISI, SIS, Euro pub.
PUBLISHER HABIBIA RESEARCH ACADEMY
Project of **JAMIA HABIBIA INTERNATIONAL,**
Reg. No: KAR No. 2287 Societies Registration Act XXI of 1860 Govt. of Sindh, Pakistan.
Website: www.habibia.edu.pk
This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

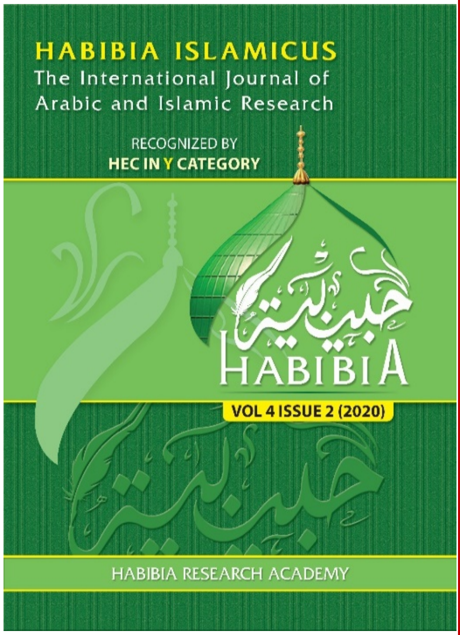

TOPIC:

THE REALITY OF INTERPRETATIONAL RULES OF QURAN AND ITS IMPACTS ON UNDERSTANDING OF QURAN

تفسیری قواعد کی حقیقت اور قرآن فہمی پر ان کے اثرات-ایک تحقیقی مطالعہ

AUTHORS:

1. *Dr. Khalil Ur Rehman, Lecturer, Department of Islamic Studies, University of Loralai, Baluchistan. Email: khalilurrehman@uoli.edu.pk*
2. *Dr. Muhammad Ishaq, Assistant Professor Department of Usool uddin, University of Karachi, Karachi. . Email: ishaqalam@uok.edu.pk Orcid ID: https://orcid.org/0000-0001-9725-2164*
3. *Dr. Aftab Ahmad, Assistant Professor Department of Islamic Studies, Shaheed Benazir Bhutto University Sheringal Dir Upper. Email: Dr.aftabahmad@sbbu.edu.pk*

HOW TO CITE: *Ur Rehman, K., Ishaq, M., & Ahmad, A. (2021). URDU 6 THE REALITY OF INTERPRETATIONAL RULES OF QURAN AND ITS IMPACTS ON UNDERSTANDING OF QURAN:* تفسیر ی قواعد کی حقیقت اور قرآن فہمی پران کے اثرات - ایک تحقیقی مطالعہ. *Habibia Islamicus (The International Journal of Arabic and Islamic Research), 5(2), 86-94. https://doi.org/10.47720/hi.2021.0502u06*
URL: http://habibiaislamicus.com/index.php/hirj/article/view/209
Vol. 5, No.2 || April –June 2021 || P. 86-94
Published online: 2021-06-21

QR. Code

THE REALITY OF INTERPRETATIONAL RULES OF QURAN AND ITS IMPACTS ON UNDERSTANDING OF QURAN

تفسیری قواعد کی حقیقت اور قرآن فہمی پر ان کے اثرات-ایک تحقیقی مطالعہ

Khalil Ur Rehman, Muhammad Ishaq, Aftab Ahmad.

ABSTRACT

Among the efforts made by Ullama (the Shariah Scholars), the work done in the field of Quranic sciences, is the prominent one, which is a vast science with various branches. These Ullama have worked on various aspects of these branches. One of them is the interpretational rules of Quran. The Ullama have derived such rules and principles that can help to a great extent in understanding Quran. By researching on this aspect, they owe the Muslim nation and especially the Interpretations of Quran, because these rules are the keys to the meanings and interpretations of Quran and they help a person in getting to appropriate meaning of a Quranic verse. In this paper I have discussed this aspect of Quranic Sciences, in which after talking about the reality of interpretational rules and its importance, I have pointed out its impacts on understanding of Quran. This research will not only clarify the importance of interpretational rules but will open further ways to research on its other dimensions.

KEYWORDS: *Quranic Sciences, interpretational rules, its impacts.*

قرآن کریم اللہ تعالی کی طرف سے نازل کردہ ایک ایسا قانون ہے جس میں تمام شعبہائے زندگی سے متعلق رہنمائی موجود ہے، اور اس کی تشریح خود حضور ﷺ نے اپنے اعمال اور اقوال وارشادات کے ذریعے فرمائی ہے پھر انہی تشریحات سے استفادہ کرنے والے صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین ہیں جنہوں نے قرآنِ کریم کو براہ راست نبی کریم ﷺ سے سیکھا اور اس پر عمل پیرا ہوئے، پھر اس کے مفاہیم اور تشریحات بھی ہوتے رہیں، تاکہ ہر انسان ان پر عمل پیرا ہو کر سعادتِ دارین کے حصول میں کامیاب ہو سکے۔ مرادِ خداوندی کی وضاحت کی خاطر قرآن کریم کی مختلف جہات سے خدمت ہوئی ہے اور ہو رہی ہے۔ ہر دور میں علماءِ امت کی کوشش یہ رہی ہے کہ حتی الوسعی قرآن کریم کی ایسی خدمت کریں، جس سے استفادہ آسان سے آسان تر ہو جائے۔ علماءِ امت کی خدمات میں سے ایک خدمت علوم القرآن ہے جو حقیقت میں یہ ایک وسیع علم ہے، جس کی مختلف شاخیں ہیں۔ ان تمام پر علماءِ امت نے سیر حاصل بحثیں کیں ہیں۔ ان میں سے ایک اہم اور نئی جہات کے حامل قابلِ قدر پہلو قواعد التفسیر بھی ہے، جس پر علماءِ امت نے ایک نئی جہت سے کام کر کے ایسے ایسے قواعد ذکر کیے ہیں کہ اگر ان کو سمجھ کر یاد کیا جائے تو قرآن فہمی میں ان کا بہت بڑا کردار رہے گا۔ علماء کرام اور اسلامی اسکالرز نے اس کام کی وجہ سے نہ صرف عامۃ الناس پر احسان کیا بلکہ قرآنی علوم میں ہمیشہ غوطہ زن رہنے والے محققین اور مفسرین پر بھی ان کا بہت بڑا احسان ہے، کیونکہ تفسیری قواعد کی توضیح وتشریح سے قرآنِ کریم کے مفاہیم اور اس میں مطلوبہ تحقیقی مواد تک رسائی ممکن ہو جاتی ہے، اور یہ قواعد مرادِ قرآنی اور مفاہیم قرآنی کے سمجھنے میں ممد ومعاون ہیں۔ اس لئے یہ ضروری سمجھا کہ علوم القرآن والتفسیر کی اس شاخ (تفسیری قواعد) کی حقیقت، اہمیت اور قرآن

فہمی پر اس کے اثرات کی وضاحت کی جائے، جس سے نہ صرف اس کی افادیت واضح ہو گی بلکہ ہمارے دیار میں اس علم پر مزید ممکنہ کاوشوں کی راہیں کھلیں گی۔

قاعدہ کا تعارف: لفظِ قاعدہ واحد ہے جس کی جمع قواعد آتی ہے اور لغوی اعتبار سے دیکھا جائے تو لفظِ قاعدہ بمعنی اساس اور بنیاد ہی کے استعمال ہوتا ہے، جیسا کہ لغت کی مشہور کتاب "المصباح المنیر" میں ہے: (قواعد) البيت أساسه الواحدة (قاعدة) [1] اس سے معلوم ہوا ہے کہ قاعدہ لغت میں اساس اور کسی چیز کی بنیاد کو کہا جاتا ہے۔ لفظِ قاعدہ اسی معنی کے ساتھ قرآن مجید کے اندر بھی استعمال ہوا ہے، چنانچہ ارشادِ ربانی ہے: وَإِذْ يَرْفَعُ إِبْرَاهِيمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَإِسْمَاعِيلُ ، [2] ترجمہ: اور اس وقت کا تصور کرو جب ابراہیم بیت اللہ کی بنیادیں اُٹھا رہے تھے، اور اسماعیل بھی۔ مفسرین حضرات نے بھی مذکورہ آیت میں قواعد سے بنیاد اور اصول ہی مراد لیا ہے، چنانچہ علامہ ثعلبیؒ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے راقمطراز ہیں: وإذ يرفع إبراهيم القواعد من البيت ، قال ابن عبّاس: يعني أُصول البيت الّتي كانت قبل ذلك، [3]

اصطلاحی معنی: قاعدہ کے اصطلاحی معنی سے مراد وہ اصل ہے جس پر تمام جزئیات کا انطباق ہو سکے، جیسا کہ علامہ جرجانیؒ اپنی مشہور کتاب التعریفات میں لکھتے ہیں: القاعدة هي قضية كلية منطبقة على جميع جزئياتها، [4] قاعدہ سے مراد وہ قضیہ ہے جو تمام جزئیات پر منطبق ہو سکے۔ مذکورہ عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ قاعدہ کسی چیز کے لیے بنیادی اور اساسی اصول ہے اور یہی معنی مفسرین نے بھی قرآن مجید کے اندر لفظ قواعد سے مراد لیا ہے اور اصطلاحی مفہوم اس کا یہی بنتا ہے کہ اس سے مراد وہ قضیہ کلیہ ہے جس پر اس کے تمام جزئیات کا انطباق ہو اور اس کے مجموع افراد کو احاطہ کیا جا سکے۔

قاعدہ اور ضابطہ میں فرق: ضابطہ اور قاعدہ میں علمائے کرام نے یہ فرق بیان کیا ہے کہ قاعدہ مسائل کثیرہ کو شامل ہوتا ہے اور ساتھ یہ کہ اس میں مختلف ابواب کے فروعات کو جمع ہوتا ہے، جبکہ ضابطہ صرف ایک باب کے فروع کو شامل ہوتا ہے، جیسا کہ علامہ ابن نجیمؒ لکھتے ہیں: والفرق بين الضابط والقاعدة أن القاعدة تجمع فروعا من أبواب شتى ، والضابط يجمعها من باب واحد، [5] اس سے معلوم ہوا کہ ضابطہ کی نسبت قاعدہ میں توسیع زیادہ ہے، کیونکہ یہ تمام ابواب کے فروعات کا احاطہ کر چکا ہوتا ہے، جبکہ ضابطہ صرف ایک باب تک محدود ہوتا ہے۔ اس لیے قواعد سے کثیر تعداد میں مسائل نکلتے ہیں، جبکہ ضوابط سے ان سے قدرِ کم نکلتے ہیں۔

قواعد التفسیر اور علوم القرآن کے درمیان نسبت: قواعد التفسیر اور علوم القرآن کے درمیان جو نسبت ہے وہ اگر گہرائی اور گیرائی سے دیکھا جائے تو یہ عموم وخصوص مطلق کی نسبت ہے، کیونکہ علوم القرآن سے مراد قرآن مجید کے متعلق وہ علوم ہیں جو قرآن کے کسی بھی پہلو کے حوالے سے اس میں تشریح وتوضیح موجود ہوتی ہے، جبکہ قواعد التفسیر سے مراد وہ اصول وضوابط ہیں جن کے ذریعے سے قرآن مجید کے (صرف) معارف ونکات اور رموز کو بخوبی پہچانا جاتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ علوم القرآن ایک عام علم ہے جو قرآن مجید کے تمام

متعلقہ علوم کو شامل ہوتا ہے اور قواعد التفسیر خاص علم ہے، جس میں صرف ایک پہلو سے بحث کی جاتی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ قواعد التفسیر علوم القرآن کا ایک جز ہے۔[6]

قواعد التفسیر پر تحریر کی گئیں کتابیں: نفسِ قواعد کا اگر مطالعہ کیا جائے تو اس میں قواعدِ فقہیہ پر عرب دنیا نے معتد بہ مقدار میں کام کیا ہے لیکن قواعد التفسیر کی عظمت اور اس کی اہمیت وافادیت کو دیکھ کر اس پر عربی میں بہت کام کیا جاچکا ہے جبکہ اس پر اردو زبان میں میرے علم کے مطابق اب تک صرف ایک چھوٹی سی کتاب لکھی گئی ہے جس میں کوئی سو دو سو کے لگ بھگ قواعد کو جمع کیا گیا ہے، اس کے علاوہ اب تک کوئی خاص کام نہیں ہوا ہے۔ لہذا اس پر بہتر انداز میں مزید کام کرنے کی اشد ضرورت ہے، چنانچہ اب تک میرے علم کے مطابق قواعد التفسیر پر درج ذیل کتابیں تحریر کی جاچکی ہیں۔

(1) قواعد التفسیر، شیخ ابو عبداللہ محمد بن ابی القاسم متوفی 621ھ

(2) قواعد التفسیر، شیخ محمد ابراہیم المعروف ابن الوزیر الیمانی متوفی 840ھ

(3) القواعد الحسان فی التفسیر القرآن، شیخ عبدالرحمن بن ناصر السعدی متوفی 1376ھ

(4) مقدمہ فی اصول التفسیر، شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ متوفی 728ھ

(5) الاتقان فی علوم القرآن، علامہ جلال الدین السیوطی متوفی 911ھ

(6) مناہل العرفان فی علوم القرآن، محمد بن عبدالعظیم الزرقانی متوفی 1367ھ

(7) نشر العبیر فی منظومۃ قواعد التفسیر، علامہ ابوالفضل عمر بن مسعود

(8) المنہاج القویم فی قواعد تتعلق بالقرآن الکریم، شمس الدین، محمد بن عبدالرحمن الحنفی متوفی 777ھ

(9) التیسیر فی قواعد علم التفسیر، محمد بن سلیمان الکافیجی متوفی 879ھ

(10) قواعد التفسیر، اردو، مولانا محمد نعمان

قواعد التفسیر کے مآخذ: محققین اور علماء کرام نے درج ذیل ذرائع سے قواعد التفسیر کو آخذ کیا گیا ہے:

(1) قرآن مجید

(2) احادیث

(3) صحابہ کرام کے آثار

(4) اصول فقہ

(5) کتب علوم القرآن اور مقدمات تفسیر

(6)　لغت وغیرہ

قواعد التفسیر سے استفادہ اور قرآن فہمی پر ان کے اثرات: یہ دنیا کا قانون ہے کہ ہر ایک زبان اور ادب کے لیے کچھ قواعد وضوابط ہوا کرتے ہیں اسی طرح قرآن مجید کو بہتر طریقے سے سمجھنے کے لیے بھی کچھ قواعد وضوابط کو سمجھنا ضروری ہے، البتہ یہ بھی حقیقت ہے کہ قرآن مجید بطورِ وعظ ونصیحت کو سمجھنے کے اعتبار سے اللہ رب العزت نے آسان ہی بنادیا ہے، جیساکہ ارشادِ گرامی ہے: وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ -[7] ترجمہ: اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان بنادیا ہے۔اب کوئی ہے جو نصیحت حاصل کرے؟۔تاہم قرآن مجید کی آیات سے قرآنی حکم نکالنا، ان آیتوں کے معارف ومفاہیم، رموز ونکات کو سمجھنے کے لیے ایک معیاری سمجھ بوجھ کی ضرورت ہے، اور وہ ہے قرآن مجید کے دیگر علوم سمیت ان قواعد وضوابط کو سمجھنا اور ان سے استفادہ کرکے قرآنی آیات کے رموز ونکات کو معلوم کرنا شامل ہے۔درج ذیل میں ترتیب وار بطورِ نمونہ چند قواعد اور قرآن فہمی پر ان کے اثرات کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔

قاعدہ نمبر1:الشرط والجزاء إذا إتحدا لفظا دل على الفخامة [8]

قاعدہ کا مفہوم: جب شرط اور جزا لفظ کے اعتبار سے متحد ہوجائیں تو یہ عظمتِ شان پر دلالت کرتے ہیں۔مذکورہ قاعدہ کلیہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر قرآن مجید میں کوئی ایسے جملے آجائے جو شرط وجزا میں لفظاً متحد ہوں، تو ان سے عظمتِ شان والا معنی مراد لیا جائے گا۔جیساکہ ارشاد گرامی ہے: الْحَاقَّةُ - مَا الْحَاقَّةُ - وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحَاقَّةُ-[9] ترجمہ: وہ حقیقت جو ہو کر رہے گی۔کیا ہے وہ حقیقت جو ہو کر رہے گی؟۔اور تمہیں کیا پتہ کہ وہ حقیقت کیا ہے جو ہو کر رہے گی؟

تنبیہ: مذکورہ قاعدہ میں عام مشہور شرط وجزا مراد نہیں ہے، بلکہ ایسا معنی مراد ہے کہ ایک جملے کے لیے دوسرا ایسا جملہ آیا ہو جو پہلے والے کے لیے جواب جیسا ہو۔مذکورہ آیتِ کریمہ میں بھی "الحاقہ" چونکہ جواب جیسا جملہ ہے، جس سے عظمتِ شان ہی مراد ہے۔

دیگر مثالیں: قرآن مجید میں مذکورہ قاعدہ کے مصداق کی دیگر مثالیں بھی ہیں جن میں بطورِ نمونہ چند ایک یہ ہیں: ارشادِ گرامی ہے: الْقَارِعَةُ - مَا الْقَارِعَةُ - وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ -[10] ترجمہ: (یاد کرو) وہ واقعہ جو دل دہلا کرر کھ دے گا۔کیا ہے وہ دل دہلانے والا واقعہ؟ ایک اور مقام پر ارشادِ گرامی ہے: فَأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ - وَأَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ-[11] ترجمہ: چنانچہ جو دائیں ہاتھ والے ہیں کیا کہنا ان دائیں ہاتھ والوں کا۔اور جو بائیں ہاتھ والے ہیں کیا بتائیں وہ بائیں ہاتھ والے کیا ہیں؟ مذکورہ تمام آیاتِ مبارکہ میں قاعدہ کے مطابق شرط وجزا چونکہ لفظاً متحد آئے ہیں اس لیے وہ عظمتِ شان پر ہی دلالت کرتے ہیں۔

قاعدہ نمبر2:والاسم الموصول يفيد علية الحكم [12]

قاعدہ کا مفہوم: ایسا اسم جو اسمِ موصول ہو وہ مضمونِ کلام میں علت کو ظاہر کرتا ہے۔اس قاعدہ سے یہ معلوم ہوا کہ قرآن مجید میں جب کسی

مضمون میں اسم موصول آجائے، عام طور پر اس کی وجہ سے اس کی علت واضح اور ظاہر ہو جاتی ہے، جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا سَتُغْلَبُونَ وَتُحْشَرُونَ إِلَى جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمِهَادُ۔ [13] ترجمہ: جن لوگوں نے کفر اپنایا ہے ان سے کہہ دو کہ تم مغلوب ہوگے، اور تمہیں جمع کر کے جہنم کی طرف لے جایا جائے گا اور وہ بہت بُرا بچھونا ہے۔ اس آیتِ مبارکہ میں قاعدہ کے مطابق مغلوبیت اور جہنم کی طرف لے جانا ہے، جو اسم موصول کی وجہ سے وہ علت واضح ہے جو ان کا کفر اختیار کرنا ہے، یعنی کفر کی وجہ سے ان کو یہ عذاب دیا جاتا ہے۔

دیگر مثالیں: اس قاعدہ کے مصداق میں قرآن کے اور بھی کئی مقامات ہیں جن میں چند کا ذکر کرنا مناسب رہے گا۔ ارشادِ گرامی ہے: ثُمَّ قِيلَ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ هَلْ تُجْزَوْنَ إِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ۔ [14] ترجمہ: پھر ظالموں سے کہا جائے گا کہ: "اب ہمیشہ کے عذاب کا مزہ چکھو۔ تمہیں کسی اور چیز کا نہیں، صرف اس (بدی) کا بدلہ دیا جارہا ہے جو تم کماتے رہے ہو۔ مذکورہ قاعدہ کے مطابق درج بالا آیتِ کریمہ میں عذاب کی علت اسم موصول کی وجہ سے ظاہر ہے جو ظلم ہے، یعنی ظلم کی وجہ سے عذاب دیا جارہا ہے۔ ارشادِ گرامی ہے: إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ [15] ترجمہ: جن لوگوں نے کہا کہ: "ہمارا رب اللہ ہے، اور پھر وہ اس پر ثابت قدم رہے تو ان پر بیشک فرشتے (یہ کہتے ہوئے) اُتریں گے کہ: "نہ کوئی خوف دل میں لاؤ، نہ کسی بات کا غم کرو، اور اس جنت سے خوش ہو جاؤ، جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ اس آیتِ مبارکہ میں فرشتوں کی طرف سے ان کو جو خوشخبریاں سنائی جاتی ہیں، ان کی علت ذکر کردہ قاعدہ کے مطابق اسمِ موصول کی وجہ سے صاف ظاہر ہے اور وہ ہے ان لوگوں کا یہ کہنا کہ "ہمارا رب اللہ ہے" اور پھر اس پر ثابت قدم بھی رہے۔

قاعدہ نمبر3: لأنه جاء ذكر الطيبات في معرض الإنعام فيراد به المستلذات ، وإذا جاء في معرض التحليل والتحريم فيراد به الحلال والحرام۔ [16]

قاعدہ کا مفہوم: جب لفظِ "طیبات" انعام کے ضمن میں آجائے تو اس سے عمدہ اور لذیذ کے معنی کو مراد لیا جاتا ہے، اور جب تحلیل اور تحریم کے معرض میں آجائے، پھر اس سے حلال یا حرام کے معنی کو مراد لیا جاتا ہے۔ اس قاعدہ سے قرآن مجید کے معارف اور مفاہیم کی تعیین ہو جاتی ہے، کیونکہ بعض دفعہ جب ایک لفظ سے مختلف مفہوم اور معنی ادا ہوتے ہیں تو اس میں عام طور پر یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوتا ہے کہ کونسے مقام پر کونسے معنی یا مفہوم مراد ہے، البتہ جب اس پر کوئی قرینہ یا قاعدہ پایا جائے پھر وہ کسی ایک معنی کو ترجیح دے کر آسان بنا دیتا ہے۔ جیسا کہ درج ذیل آیاتِ مبارکہ سے اس کی مزید وضاحت ہوتی ہے۔

مقامِ انعام کی مثال: قرآن مجید کے اندر مذکورہ قاعدہ کے مطابق جہاں پر لفظِ "طیبات" انعام اور امتنان کی جگہ پر آیا ہے، اس سے عمدہ، لذیذ، پاکیزہ اور پاک وصاف چیز کے معنی کو مراد لیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشادِ گرامی ہے: وَأَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔ [17]

ترجمہ: اور اپنی مدد سے تمہیں مضبوط بنایا، اور تمہیں پاکیزہ چیزوں کا رزق عطا کیا، تاکہ تم شکر ادا کرو۔ اسی طرح ایک دوسری جگہ لفظِ "طیبات" مقام امتنان میں آیا ہے، جیسا کہ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ قَرَارًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ ذَلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَتَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ۔ [18] ترجمہ: اللہ ہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو قرار کی جگہ بنایا، اور آسمان کو ایک گنبد، اور تمہاری صورت گری کی، اور تمہاری صورتوں کو اچھا بنایا، اور پاکیزہ چیزوں میں سے تمہیں رزق عطا کیا۔

تحلیل یا تحریم کی مثالیں: مذکورہ قاعدہ کے مطابق انہیں مقامات کو بطورِ مثال ذکر کیا جاتا ہے، جہاں پر لفظِ "طیبات" تحریم یا تحلیل کے مقام پر آیا ہے۔ چنانچہ درج ذیل آیاتِ کریمہ ملاحظہ فرمائیں۔ ارشادِ گرامی ہے: قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ - [19] ترجمہ: آپ فرما دیجئے کہ اللہ تعالی کے پیدا کئے ہوئے کپڑوں کو جو اس نے اپنے بندوں کے واسطے بنائے ہیں اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کو کس شخص نے حرام کیا۔ اسی طرح ایک اور مقام پر مذکورہ قاعدہ کے مطابق ارشادِ گرامی ہے: يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبَاتُ - [20] ترجمہ: لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا کیا جانور ان کے لیے حلال کیے گئے ہیں آپ فرما دیجئے تمہارے لیے کل حلال جانور حلال رکھے گئے ہیں۔ ان آیات میں چونکہ لفظِ "طیبات" حلت اور حرمت کے مقام پر آیا ہے، لہذا یہاں پر مذکورہ قاعدہ کے مطابق اس سے حلال کے معنی کو مراد لیا گیا ہے۔

قاعدہ نمبر4: استفهام الانكار قد يأتي مضمناً معنى النفي [21]

قاعدہ کا مفہوم: استفہامِ انکاری نفی کے معنی میں ہوتا ہے۔

اس قاعدہ کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید میں جہاں پر استفہامِ انکاری آجاتا ہے، وہ استفہام نفی کے معنی میں ہوتا ہے، جیسا کہ ارشادِ گرامی ہے: وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ۔ [22] ترجمہ: اور اس شخص سے بہتر بات کس کی ہو گی، جو اللہ کی طرف دعوت دی، اور نیک عمل کرے، اور یہ کہے کہ میں فرمانبرداروں میں شامل ہوں۔ اس آیتِ مبارکہ میں استفہامِ انکاری کا مطلب مذکورہ قاعدہ کے مطابق یہ ہے کہ جو اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے اس سے بہتر کسی کی بھی بات نہیں ہوسکتی۔ ایک اور مقام پر اللہ تعالی فرماتے ہیں: فَهَلْ يُهْلَكُ إِلَّا الْقَوْمُ الْفَاسِقُونَ۔ [23] ترجمہ: اب برباد تو وہی لوگ ہوں گے جو نافرمان ہیں۔ اس آیتِ کریمہ میں بھی چونکہ استفہامِ انکاری ہے۔ اس لیے اس کا مطلب بھی یہی ہو گا کہ کوئی اور ہلاک نہیں ہوں گے، بلکہ جو نافرمان ہیں وہی لوگ ہلاکت میں ہوں گے۔ اسی طرح ایک اور مقام پر اللہ تعالی کا ارشاد ہے: أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ أَفَأَنْتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا۔ [24] ترجمہ: بھلا بتلاؤ جس شخص نے اپنا خدا اپنی نفسانی خواہش کو بنالیا ہو، تو (اے پیغمبر!) کیا تم اس کی ذمہ داری لے سکتے ہو؟ مذکورہ آیت میں بھی چونکہ پیغمبر سے پوچھا جا رہا ہے کہ جس شخص نے اپنا خدا اپنی نفسانی خواہش کو بنالیا ہو کیا تم اس کی ذمہ داری لے سکتے ہو؟ جو کہ استفہامِ انکاری ہے جس

کا مطلب بھی یہی ہے کہ ہر گز پیغمبر ایسے لوگوں کی ذمہ داری نہیں لے سکتے۔ لہذا مذکورہ قاعدہ سے معلوم ہوا کہ استفہام انکاری نفی کے معنی کو شامل ہوتا ہے۔

قاعدہ نمبر 5:وأن الفعل يدل على التجدد والحدوث والاسم على الاستقرار والثبوت۔ [25]

قاعدہ کا مفہوم: جملہ فعلیہ تجدد اور تحدیث کا فائدہ دیتا ہے، جبکہ جملہ اسمیہ ہمیشہ استقرار اور ثبوت پر دلالت کرتا ہے۔ مذکورہ قاعدہ سے یہ معلوم ہوا کہ جہاں پر قرآن مجید میں جملہ فعلیہ آتا ہے وہ تجدد اور تحدیث کے معنی کو شامل ہوتا ہے، اور جہاں پر جملہ اسمیہ آجاتا ہے، اس میں استقرار اور ثبوت کا معنی پایا جاتا ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ. [26]

ترجمہ: اور اُن کا کتا دہلیز پر اپنے دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے (بیٹھا) تھا۔ مذکورہ آیتِ کریمہ میں چونکہ جملہ اسمیہ (باسط) سے اس بات کو بیان کیا گیا ہے کہ اصحابِ کہف کا کتا دہلیز پر بیٹھا تھا، جس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں دوام واستمرار موجود ہوتا ہے۔ مذکورہ قاعدہ کے مطابق اس سے مراد یہ ہوگا کہ وہ کتا جس حالت پر بیٹھا تھا، آخری وقت تک اسی حالت پر ہی دائم و قائم رہا اس حالت سے ادھر اُدھر بالکل نہیں ہٹا۔ البتہ اگر مذکورہ آیت میں جملہ اسمیہ کے بجائے جملہ فعلیہ (یبسط) آجاتا ہے تو اس میں دوام واستمرار نہ ہوتا ہے بلکہ اس میں یہ احتمال موجود رہتا کہ اس کتے کی حالت تبدیل ہوتی رہتی۔ اس لیے جملہ اسمیہ لا کر اس احتمال کو ختم کر دیا اور ہمیشہ کے لیے ایک ہی حالت پر قائم رہنے کو یقینی بنایا۔ اسی طرح ایک دوسری جگہ ارشاد ربانی ہے: الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ۔ [27] ترجمہ: جو نماز قائم کرتے ہیں، اور ہم نے اُن کو جو رزق دیا ہے اس میں (فی سبیل اللہ) خرچ کرتے ہیں۔ اس آیتِ کریمہ میں مؤمنین کی صفات (اقامتِ صلوۃ اور انفاق فی سبیل اللہ) کو اللہ رب العزت نے جملہ اسمیہ کے ساتھ ذکر کیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مؤمنین مذکورہ دونوں صفات کو استمرار اور دوام کے ساتھ اپناتے رہتے ہیں۔

نتائج: اس ریسرچ آرٹیکل میں تحقیق کے دوران یہ اندازہ ہوگیا کہ قرآنی علوم بہت زیادہ وسیع ہیں، اور ہر ایک پہلو پر مستقل کتابیں لکھی جاچکی ہیں۔ قواعد التفسیر چونکہ ایک ایسا موضوع ہے، جس کی وجہ سے قرآنی آیات کے احکام اور ان کے رموز کو پہچانا جاسکتا ہے۔ اگر ان قواعد کو سمجھ کر یاد کیا جائے تو اس کا قرآن فہمی میں بہت اہم کردار ہوگا۔ یہ قرآن مجید کے معارف و تفسیر کو سمجھنے اور آسان بنانے کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

تجاویز و سفارشات: تفسیری قواعد سے چونکہ قرآنی آیات کے معارف و مفاہیم اور ان کے احکام نکالنے میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لیے ان کو نصاب میں بقاعدہ شامل کرنا ضروری ہے۔

(1) علومِ قرآن چاہئے وہ تفسیر کی شکل میں یا کسی اور شکل میں بہر حال ان کو ہر سطح پر اجاگر کرنے کی اشد ضرورت ہے۔

(2) ہمارے ملک خداد پاکستان میں جس طرح دیگر علوم کے لیے اہتمام کیا جاتا ہے۔ایک اسلامی ملک کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ علوم قرآن کے پھیلانے کے لیے اور عام کرنے کے لیے ضروری اقدامات اُٹھائے۔

(3) پاکستان میں پچھلے سالوں میں ایک بل پاس ہونا تھا کہ پورے پاکستان میں میٹرک تک کی تعلیم میں قرآن مجید کا ترجمہ بمع مختصر تفسیر لازمی قرار دیا جائے گا، اسے قابل عمل لا کر فوراً نافذ کیا جائے۔قرآن مجید پر چونکہ تمام مسالک کا اتفاق ہے اس لیے اس کے علوم کو عام کرنے سے یہ اُمید کی جاسکتی ہے کہ فرقہ واریت میں بھی کمی آئے گی۔

---

[1] أحمد بن محمد بن علي المقري الفيومي، المصباح المنير في غريب الشرح الكبير للرافعي ،جلد،2، ص 510، ،المكتبة العلمية – بيروت،

[2] (البقرة : 127)

[3] الثعلبي، أبو إسحاق أحمد بن محمد بن إبراهيم النيسابوري، الكشف والبيان،جد1،ص274 . موافق للمطبوع، الطبعة : الأولى، دار إحياء التراث العربي – بيروت – لبنان – 1422 هـ – 2002م

[4] الجرجاني، علي بن محمد بن علي ،التعريفات،ص219، دار الكتاب العربي – بيروت، الطبعة الأولى ، 1405،

[5] الشيخ زين العابدين بن إبراهِيم بن نجيم (926–970هـ), الاشباهُ والنظائر. ص 166،دار الكتب العلمية،بيروت،لبنان:1400هـ=1980م

[6] خالد عثمان السبت، قواعد التفسير – جلد1،ص37، الناشر : دار ابن عفان،تاريخ الطبعة: 1421

[7] [القمر: 17]

[8] ابن حجر، أحمد بن علي بن حجر أبو الفضل العسقلاني، فتح الباري شرح صحيح البخاري، (243/3)،الشافعي، دار المعرفة – بيروت ، 1379،

[9] [الحاقة: 1 – 3]

[10] [القارعة: 1 – 3]

[11] [الواقعة: 8، 9]

[12] نشر العبير في منظومة قواعد التفسير (ص: 85) ، ابوالفضل عمر بن مسعود

والإسم لموصول هنا في وصفه ذاكم يفد علية في حكمه

[13] [آل عمران: 12]

[14] [يونس: 52، 53]

[15] [فصلت: 30]

[16] لابن جزي،التسهيل لعلوم التنزيل (ص: 1899) ، دارالكتب العربى ، بيروت

[17] [الأنفال: 26]

[18] [غافر: 64]

[19] [الأعراف: 32]

[20] [المائدة: 4، 5]

[21] أبي حيان، محمد بن يوسف الأندلسي، تفسير البحر المحيط ،جلد7،ص42، ، دار الكتب العلمية – لبنان، بيروت، 1422 هـ - 2001 م الطبعة : الأولى

ايضا: الأندلسي، أبو محمد عبد الحق بن غالب بن عطية ، المحرر الوجيز في تفسير الكتاب العزيز، جلد2، ص 345، دار الكتب العلمية - لبنان - 1413هـ. 1993م الطبعة : الأولى

ايضا:الشنقيطي، محمد الأمين بن محمد بن المختار الجكني، أضواء البيان في إيضاح القرآن بالقرآن،جلد28-ص 106،
1393 هـ، دار الفكر للطباعة و النشر و التوزيع بيروت - لبنان1415 هـ- 1995 م

[22] [فصلت: 33]

[23] [الأحقاف: 35]

[24] [الفرقان: 43]

[25] الزركشي، بدر الدين محمد بن عبد الله بن بهادر (المتوفى : 794هـ)، البرهان في علوم القرآن،ج4،ص66، الطبعة : الأولى ، 1376 هـ - 1957 م دار إحياء الكتب العربية،

[26] [الكهف: 18]

[27] [الأنفال: 3]

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.